نصیحت ہی ہے۔[1] (۵۲)

سورۂ حاقہ مکی ہے اور اس میں باون آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

سُوۡرَةُ الحَاقَّة

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلۡحَآقَّةُ ۙ ۝١
ثابت ہونے والی[2] (۱)

مَا الۡحَآقَّةُ ۚ ۝٢
ثابت ہونے والی کیا ہے؟[3] (۲)

وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا الۡحَآقَّةُ ؕ ۝٣
اور تجھے کیا معلوم کہ وہ ثابت شدہ کیا ہے؟[4] (۳)

كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَعَادٌۢ بِالۡقَارِعَةِ ۝٤
اس کھڑکا دینے والی کو ثمود اور عاد نے جھٹلا دیا تھا۔[5] (۴)

فَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُهۡلِكُوۡا بِالطَّاغِيَةِ ۝٥
(جس کے نتیجہ میں) ثمود تو بے حد خوفناک (اور اونچی) آواز سے ہلاک کر دیئے گئے۔[6] (۵)

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهۡلِكُوۡا بِرِيۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ ۝٦
اور عاد بیحد تیز و تند ہوا سے غارت کر دیئے گئے۔[7] (۶)

---

(۱) جب واقعہ یہ ہے کہ یہ قرآن جن وانس کی ہدایت و رہنمائی کے لیے آیا ہے تو پھر اس کو لانے والا اور بیان کرنے والا مجنون (دیوانہ) کس طرح ہو سکتا ہے؟

(۲) یہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس میں امرالٰہی ثابت ہو گا اور خود یہ بھی بہرصورت وقوع پذیر ہونے والی ہے' اس لیے اسے اَلۡحَآقَّةُ سے تعبیر فرمایا۔

(۳) یہ لفظاً استفہام ہے لیکن اس کا مقصد قیامت کی عظمت اور فخامت شان بیان کرنا ہے۔

(۴) یعنی کس ذریعے سے تجھے اس کی پوری حقیقت سے آگاہی حاصل ہو؟ مطلب اس کے علم کی نفی ہے۔ گویا کہ تجھے اس کا علم نہیں' کیوں کہ تو نے ابھی اسے دیکھا ہے اور نہ اس کی ہولناکیوں کا مشاہدہ کیا ہے' گویا کہ وہ مخلوقات کے دائرۂ علم سے باہر ہے (فتح القدیر) بعض کہتے ہیں کہ قرآن میں جس کی بابت بھی صیغہ ماضی مَا أَدۡرَاكَ استعمال کیا گیا ہے' اس کو بیان کر دیا گیا ہے اور جس کو مضارع کے صیغے وَمَا يُدۡرِيكَ کے ذریعے سے بیان کیا گیا ہے' اس کا علم لوگوں کو نہیں دیا گیا ہے۔ (فتح القدیر وایسر التفاسیر)

(۵) اس میں قیامت کو کھڑکا دینے والی کہا ہے' اس لیے کہ یہ اپنی ہولناکیوں سے لوگوں کو بیدار کر دے گی۔

(۶) طَاغِيَةٌ ایسی آواز جو حد سے تجاوز کر جانے والی ہو' یعنی نہایت خوف ناک اور اونچی آواز سے قوم ثمود کو ہلاک کیا گیا' جیسا کہ پہلے متعدد جگہ گزرا۔

(۷) صَرۡصَرٍ پالے والی ہوا۔ عَاتِيَةٍ ' سرکش' کسی کے قابو میں نہ آنے والی۔ یعنی نہایت تند و تیز' پالے والی اور بے قابو

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا
فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ ﴿۷﴾

جسے ان پر لگاتار سات رات اور آٹھ دن تک (اللہ نے) مسلط رکھا[1] پس تم دیکھتے کہ یہ لوگ زمین پر اس طرح گر گئے جیسے کہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں۔[2] (۷)

فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾

کیا ان میں سے کوئی بھی تجھے باقی نظر آ رہا ہے؟(۸)

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ ﴿۹﴾

فرعون اور اس سے پہلے کے لوگ اور جن کی بستیاں الٹ دی گئی،[3] انہوں نے بھی خطائیں کیں۔(۹)

فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿۱۰﴾

اور اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی (بالآخر) اللہ نے انہیں (بھی) زبردست گرفت میں لے لیا۔[4] (۱۰)

اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ ﴿۱۱﴾

جب پانی میں طغیانی آگئی[5] تو اس وقت ہم نے تمہیں کشتی میں چڑھا لیا۔[6] (۱۱)

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾

تاکہ اسے تمہارے لیے نصیحت اور یادگار بنا دیں،[7] اور (تاکہ) یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔[8] (۱۲)

فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾

پس جبکہ صور میں ایک پھونک پھونکی جائے گی۔[9] (۱۳)

ہوا کے ذریعے سے حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد کو ہلاک کیا گیا۔

(۱) حَسْمٌ کے معنی کاٹنے اور جدا جدا کر دینے کے ہیں اور بعض نے حُسُومًا کے معنی پے در پے کئے ہیں۔

(۲) اس سے ان کے درازیٔ قد کی طرف بھی اشارہ ہے خَاوِيَةٌ کھوکھلے۔ بے روح جسم کو کھوکھلے تنے سے تشبیہ دی ہے۔

(۳) اس سے قوم لوط مراد ہے۔

(۴) رَابِيَةٌ، رَبَا يَرْبُو سے ہے جس کے معنی زائد کے ہیں۔ یعنی ان کی ایسی گرفت کی جو دوسری قوموں کی گرفت سے زائد یعنی سب میں سخت تر تھی۔ گویا اَخْذَةً رَّابِيَةً کا مفہوم ہوا، نہایت سخت گرفت۔

(۵) یعنی پانی ارتفاع اور بلندی میں تجاوز کر گیا یعنی پانی خوب چڑھ گیا۔

(۶) کم سے مخاطب عہد رسالت کے لوگ ہیں، مطلب ہے کہ تم جن آبا کی پشتوں سے ہو، ہم نے انہیں کشتی میں سوار کر کے بھرے ہوئے پانی سے بچایا تھا۔ اَلْجَارِيَةِ سے مراد سفینۂ نوح علیہ السلام ہے۔

(۷) یعنی یہ فعل کہ کافروں کو پانی میں غرق کر دیا اور مومنوں کو کشتی میں سوار کرا کے بچا لیا، تمہارے لیے اس کو عبرت و نصیحت بنا دیں تاکہ تم اس سے نصیحت حاصل کرو اور اللہ کی نافرمانی سے بچو۔

(۸) یعنی سننے والے، اسے سن کر یاد رکھیں اور وہ بھی اس سے عبرت پکڑیں۔

(۹) مکذبین کا انجام بیان کرنے کے بعد اب بتلایا جا رہا ہے کہ یہ «اَلْحَاقَّةُ» کس طرح واقع ہو گی اسرافیل کی ایک ہی

وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿١٤﴾

اور زمین اور پہاڑ اٹھا لیے جائیں [1] گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔ (١٤)

فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١٥﴾

اس دن ہو پڑنے والی (قیامت) ہو پڑے گی۔ (١٥)

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿١٦﴾

اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن بالکل بودا ہو جائے گا۔[2] (١٦)

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾

اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے،[3] اور تیرے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔[4] (١٧)

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾

اس دن تم سب سامنے پیش کیے [5] جاؤ گے، تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہ رہے گا۔ (١٨)

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَاۗؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿١٩﴾

سو جسے اس کا نامۂ اعمال اسکے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا[6] تو وہ کہنے لگے گا کہ لو میرا نامۂ اعمال پڑھو۔[7] (١٩)

پھونک سے یہ برپا ہو جائے گی۔

(١) یعنی اپنی جگہوں سے اٹھا لیے جائیں گے اور قدرت الٰہی سے اپنی قرار گاہوں سے ان کو اکھیڑ لیا جائے گا۔

(٢) یعنی اس میں کوئی قوت اور استحکام نہیں رہے گا جو چیز پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے، اس میں استحکام کس طرح رہ سکتا ہے۔

(٣) یعنی آسمان تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے پھر آسمانی مخلوق فرشتے کہاں ہوں گے؟ فرمایا، وہ آسمانوں کے کناروں پر ہوں گے، اس کا ایک مطلب تو ہو سکتا ہے کہ فرشتے آسمان پھٹنے سے قبل اللہ کے حکم سے زمین پر آ جائیں گے تو گویا فرشتے دنیا کے کنارے پر ہوں گے، یا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ آسمان ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر مختلف ٹکڑوں میں ہو گا تو ان ٹکڑوں پر جو زمین کے کناروں میں اور بجائے خود ثابت ہوں گے، ان پر ہوں گے۔ (فتح القدیر)

(٤) یعنی ان مخصوص فرشتوں نے عرش الٰہی کو اپنے سروں پر اٹھایا ہوا ہو گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس عرش سے مراد وہ عرش ہو جو فیصلوں کے لیے زمین پر رکھا جائے گا جس پر اللہ تعالیٰ نزول اجلال فرمائے گا۔ (ابن کثیر)

(٥) یہ پیشی اس لیے نہیں ہو گی کہ جن کو اللہ نہیں جانتا، ان کو جان لے، وہ تو سب کو ہی جانتا ہے، یہ پیشی خود انسانوں پر حجت قائم کرنے کے لیے ہو گی۔ ورنہ اللہ سے تو کسی کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

(٦) جو اس کی سعادت، نجات اور کامیابی کی دلیل ہو گا۔

(٧) یعنی وہ مارے خوشی کے ہر ایک کو کہے گا کہ لو پڑھ لو، میرا اعمال نامہ تو مجھے مل گیا ہے، اس لیے کہ اسے پتہ ہو گا کہ اس میں

اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ﴿۲۰﴾
مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنا حساب ملنا ہے۔[1] (۲۰)

فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ﴿۲۱﴾
پس وہ ایک دل پسند زندگی میں ہو گا۔(۲۱)

فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴿۲۲﴾
بلند وبالا جنت میں۔[2] (۲۲)

قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ﴿۲۳﴾
جس کے میوے جھکے پڑے ہوں گے۔[3] (۲۳)

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾
(ان سے کہا جائے گا) کہ مزے سے کھاؤ، پیو اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانے میں کیے۔[4] (۲۴)

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ﴿۲۵﴾
لیکن جسے اس (کے اعمال) کی کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی، وہ تو کہے گا کہ کاش کہ مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی۔[5] (۲۵)

وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ﴿۲۶﴾
اور میں جانتا ہی نہ کہ حساب کیا ہے۔[6] (۲۶)

یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴿۲۷﴾
کاش! کہ موت (میرا) کام ہی تمام کر دیتی۔[7] (۲۷)

مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ﴿۲۸﴾
میرے مال نے بھی مجھے کچھ نفع نہ دیا۔(۲۸)

هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ﴿۲۹﴾
میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا[8] رہا(۲۹)

اس کی نیکیاں ہی نیکیاں ہوں گی، کچھ برائیاں ہوں گی تو وہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادی ہوں گی یا ان برائیوں کو بھی حسنات میں تبدیل کر دیا ہو گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ساتھ فضل وکرم کی یہ مختلف صورتیں اختیار فرمائے گا۔

(۱) یعنی آخرت کے حساب کتاب پر میرا کامل یقین تھا۔

(۲) جنت میں مختلف درجات ہوں گے، ہر درجے کے درمیان بہت فاصلہ ہو گا، جیسے مجاہدین کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کیے ہیں۔ دو درجوں کے درمیان زمین وآسمان جتنا فاصلہ ہو گا"۔ (صحیح مسلم، کتاب الإمارة، صحیح بخاری، کتاب الجهاد)

(۳) یعنی بالکل قریب ہوں گے یعنی کوئی لیٹے لیٹے بھی توڑنا چاہے گا تو ممکن ہو گا۔ قُطُوْفٌ، قِطْفٌ کی جمع ہے، چنے یا توڑے ہوئے، مراد پھل ہیں۔ مَا یُقْطَفُ مِنَ الثِّمَارِ

(۴) یعنی دنیا میں اعمال صالحہ کیے، یہ جنت ان کا صلہ ہے۔

(۵) کیوں کہ نامۂ اعمال کا بائیں ہاتھ میں ملنا بدبختی کی علامت ہو گا۔

(۶) یعنی مجھے بتلایا ہی نہ جاتا، کیوں کہ سارا حساب ان کے خلاف ہو گا۔

(۷) یعنی موت ہی فیصلہ کن ہوتی اور دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا تاکہ یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا۔

(۸) یعنی جس طرح مال میرے کام نہ آیا، جاہ ومرتبہ اور سلطنت وحکومت بھی میرے کام نہ آئی۔ اور آج میں اکیلا ہی

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾	(حکم ہو گا) اسے پکڑ لو پھر اسے طوق پہنا دو۔(۳۰)
ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾	پھر اسے دوزخ میں ڈال دو۔(۱) (۳۱)
ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾	پھر اسے ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر ہاتھ کی ہے جکڑ دو۔(۲) (۳۲)
اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾	بیشک یہ اللہ عظمت والے پر ایمان نہ رکھتا تھا۔(۳) (۳۳)
وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾	اور مسکین کے کھلانے پر رغبت نہ دلاتا تھا۔(۴) (۳۴)
فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾	پس آج اس کا نہ کوئی دوست ہے۔(۳۵)
وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾	اور نہ سوائے پیپ کے اس کی کوئی غذا ہے۔(۵) (۳۶)
لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخٰطِـُٔوْنَ ﴿۳۷﴾	جسے گناہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا۔(۶) (۳۷)
فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾	پس مجھے قسم ہے ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو۔(۳۸)
وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾	اور ان چیزوں کی جنہیں تم نہیں دیکھتے۔(۷) (۳۹)
اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾	کہ بیشک یہ (قرآن) بزرگ رسول کا قول ہے۔(۸) (۴۰)

یہاں سزا بھگتنے پر مجبور ہوں۔

(۱) یہ اللہ تعالیٰ، ملائکہ جہنم کو حکم دے گا۔

(۲) یہ ذِرَاعٌ (ہاتھ)، کس کا ذراع ہو گا؟ اور یہ کتنا ہو گا؟ اس کی وضاحت ممکن نہیں، تاہم اس سے اتنا معلوم ہوا کہ زنجیر کی لمبائی ستر ذراع ہو گی۔

(۳) یہ مذکورہ سزا کی علت یا مجرم کے جرم کا بیان ہے۔

(۴) یعنی عبادت و اطاعت کے ذریعے سے اللہ کا حق ادا کرتا تھا اور نہ وہ حقوق ادا کرتا تھا، جو بندوں کے بندوں پر ہیں۔ گویا اہل ایمان میں یہ جامعیت ہوتی ہے کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں۔

(۵) بعض کہتے ہیں کہ یہ جہنم میں کوئی درخت ہے، بعض کہتے ہیں کہ زقوم ہی کو یہاں غِسْلِيْن کہا گیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ جہنمیوں کی پیپ یا ان کے جسموں سے نکلنے والا خون اور بدبودار پانی ہو گا أَعَاذَنَا اللهُ مِنْهُ.

(۶) خَاطِئُوْنَ سے مراد اہل جہنم ہیں جو کفر و شرک کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوں گے۔ اس لیے کہ یہی گناہ ایسے ہیں جو خلود فی النار کا سبب ہیں۔

(۷) یعنی اللہ کی پیدا کردہ وہ چیزیں، جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی قدرت و طاقت پر دلالت کرتی ہیں، جنہیں تم دیکھتے ہو یا نہیں دیکھتے، ان سب کی قسم ہے۔ آگے جواب قسم ہے۔

(۸) بزرگ رسول سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور قول سے مراد تلاوت ہے یعنی رسول

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ﴿۴۱﴾

یہ کسی شاعر کا قول نہیں[۱] (افسوس) تمہیں بہت کم یقین ہے۔(۴۱)

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿۴۲﴾

اور نہ کسی کاہن کا قول ہے،[۲] (افسوس) بہت کم نصیحت لے رہے ہو۔[۳] (۴۲)

تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۴۳﴾

(یہ تو) رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔[۴] (۴۳)

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ﴿۴۴﴾

اور اگر یہ ہم پر کوئی بھی بات بنا لیتا۔[۵] (۴۴)

لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿۴۵﴾

تو البتہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔[۶] (۴۵)

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿۴۶﴾

پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔[۷] (۴۶)

کریم کی تلاوت ہے یا قول سے مراد ایسا قول ہے جو یہ رسول کریم اللہ کی طرف سے تمہیں پہنچاتا ہے۔ کیوں کہ قرآن' رسول یا جبرائیل علیہ السلام کا قول نہیں ہے' بلکہ اللہ کا قول ہے' جو اس نے فرشتے کے ذریعے سے پیغمبر پر نازل فرمایا ہے' پھر پیغمبر اسے لوگوں تک پہنچاتا ہے۔

(۱) جیسا کہ تم سمجھتے اور کہتے ہو۔ اس لیے کہ یہ اصناف شعر سے ہے نہ اس کے مشابہ ہے' پھر یہ کسی شاعر کا کلام کس طرح ہو سکتا ہے؟

(۲) جیسا کہ بعض دفعہ تم یہ دعویٰ بھی کرتے ہو' حالاں کہ کہانت بھی ایک شئ دیگر ہے۔

(۳) قلت دونوں جگہ نفی کے معنی میں ہے' یعنی تم بالکل قرآن پر ایمان لاتے ہو نہ اس سے نصیحت ہی حاصل کرتے ہو۔

(۴) یعنی رسول کی زبان سے ادا ہونے والا یہ قول' رب العالمین کا اتارا ہوا کلام ہے۔ اسے تم کبھی شاعری اور کبھی کہانت کہہ کر اس کی تکذیب کرتے ہو؟

(۵) یعنی اپنی طرف سے گھڑ کر ہماری طرف منسوب کر دیتا' یا اس میں کمی بیشی کر دیتا' تو ہم فوراً اس کا مؤاخذہ کرتے اور اسے ڈھیل نہ دیتے۔ جیسا کہ اگلی آیات میں فرمایا۔

(۶) یا دائیں ہاتھ کے ساتھ اس کی گرفت کرتے' اس لیے کہ دائیں ہاتھ سے گرفت زیادہ سخت ہوتی ہے اور اللہ کے تو دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں۔ (كَمَا فِي الْحَدِيثِ)

(۷) خیال رہے یہ سزا' خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں بیان کی گئی ہے جس سے مقصد آپ کی صداقت کا اظہار ہے۔ اس میں یہ اصول بیان نہیں کیا گیا ہے کہ جو بھی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے گا تو جھوٹے مدعی کو ہم فوراً سزا سے دوچار کر دیں گے۔ لہٰذا اس سے کسی جھوٹے نبی کو اس لیے سچا باور نہیں کرایا جا سکتا کہ دنیا میں وہ مؤاخذۂ الٰہی سے بچا رہا۔ واقعات بھی شاہد ہیں کہ متعدد لوگوں نے نبوت کے جھوٹے دعوے کیے اور اللہ نے انہیں ڈھیل دی اور دنیوی مؤاخذے سے وہ بالعموم محفوظ ہی رہے۔ اس لیے اگر اسے اصول مان لیا جائے تو پھر متعدد جھوٹے مدعیان نبوت کو ''سچا

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿٤٧﴾

پھر تم میں سے کوئی بھی مجھے اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔[1] (۴۷)

وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾

یقیناً یہ قرآن پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔[2] (۴۸)

وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾

ہمیں پوری طرح معلوم ہے کہ تم میں سے بعض اس کے جھٹلانے والے ہیں۔ (۴۹)

وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٠﴾

بیشک (یہ جھٹلانا) کافروں پر حسرت ہے۔[3] (۵۰)

وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿٥١﴾

اور بیشک (وشبہ) یہ یقینی حق ہے۔[4] (۵۱)

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٥٢﴾

پس تو اپنے رب عظیم کی پاکی بیان کر۔[5] (۵۲)

سُوْرَةُ الْمَعَارِج

سورۂ معارج مکی ہے اور اس میں چوالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ﴿١﴾

ایک سوال کرنے والے[6] نے اس عذاب کا سوال کیا جو

نبی" ماننا پڑے گا۔

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول تھے، جن کو اللہ نے سزا نہیں دی، بلکہ دلائل و معجزات اور اپنی خاص تائید و نصرت سے انہیں نوازا۔

(۲) کیوں کہ وہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ورنہ قرآن تو سارے ہی لوگوں کی نصیحت کے لیے آیا ہے۔

(۳) یعنی قیامت والے دن اس پر حسرت کریں گے، کہ کاش ہم نے قرآن کی تکذیب نہ کی ہوتی۔ یا یہ قرآن بجائے خود ان کے لیے حسرت کا باعث ہوگا، جب وہ اہل ایمان کو قرآن کا اجر ملتے ہوئے دیکھیں گے۔

(۴) یعنی قرآن کا اللہ کی طرف سے ہونا بالکل یقینی ہے، اس میں قطعاً شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ یا قیامت کی بابت جو خبر دی جارہی ہے، وہ بالکل حق اور سچ ہے۔

(۵) جس نے قرآن کریم جیسی عظیم کتاب نازل فرمائی۔

(۶) کہتے ہیں یہ نضر بن حارث تھا یا ابو جہل تھا جس نے کہا تھا، ﴿ اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ ﴾ الآية (الأنفال ۳۲) چنانچہ یہ شخص جنگ بدر میں مارا گیا۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی تھی اور اس کے نتیجے میں اہل مکہ پر قحط سالی مسلط کی گئی تھی۔